انتیسواں فقہی سمینار

☆ باغات میں پھلوں کی خرید وفروخت

☆ خواتین کا محرم کے بغیر سفر

☆ رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

☆ سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

سوالنامہ:

باغات میں پھلوں کی خرید وفروخت

انسان کی غذائی ضرورتوں میں سے ایک پھل ہیں، اللہ تعالی نے مختلف پھلوں میں جو الگ الگ ذائقے رکھتے ہیں، وہیں انسانی جسم کی ضرورتوں کے لحاظ سے الگ الگ صلاحیتیں بھی رکھی ہیں، کسی میں فولاد ہے توکسی میں کیلشیم، اور کسی میں کلوز وغیرہ، بلکہ پھل چونکہ عام طور پر کسی ملاوٹ کے بغیر اسی طرح کھائے جاتے ہیں، جیسے اللہ تعالی نے ان کو وجود بخشا ہے، اس لئے ان کا کھانا بمقابلہ ان غذاؤں کے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے جس میں تیل اور مسالہ وغیرہ کی آمیزش کی جاتی ہے، زیادہ تر پھلوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کو تازہ بہ تازہ استعمال کرنا ہوتا ہے، وہ دیر پا نہیں ہوتے، اور اپنی فطرت کے اعتبار سے ان کو ذخیرہ کرکے ایک مدت کے لئے رکھا نہیں جاسکتا، اگرچہ آج کل کولڈ اسٹوریج کے ذریعہ پھلوں کو دیر تک باقی رکھنے کی سعی کی جارہی ہے، لیکن جو لذت اور نافعیت ایک تازہ پھل میں پائی جاتی ہے، اس طرح بتکلف اسٹور کئے جانے والے پھلوں میں وہ کیفیت نہیں پائی جاتی ہے۔

چونکہ پھلوں کو نہ درخت پر طویل مدت کے لئے چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ توڑ کر طویل عرصہ کے لئے رکھا جاسکتا ہے، اس لئے باغات کے مالکان پھل آنے کے بعد یا پھل آنے سے پہلے انہیں فروخت کردیتے ہیں، ایک طرف اس کا رواج نہ صرف ملک بلکہ پوری دنیا میں عام ہے، دوسری طرف شریعت کی واضح ہدایت ہے کہ جب تک کوئی شئ وجود میں نہ آجائے اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا، اس سے صرف استصناع اور سلم مستثنی ہیں، لیکن بظاہر یہ صورت نہ بیع سلم کے دائرہ میں آتی ہے اور نہ استصناع میں، سلم میں مسلم فیہ کی مقدار اور اس کی حوالگی کے وقت کا پوری طرح متعین ہونا ضروری ہے، اور استصناع ایسی چیزوں میں ہوتا ہے جس میں انسانی صنعت کا دخل ہو، اور مبیع پوری طرح متعین ہو، جبکہ یہ شرطیں باغات کی خرید وفروخت میں نہیں پائی جاتیں، چنانچہ خود حدیث میں پھلوں کی اس طرح خرید وفروخت کے بارے میں عدم جواز کا اشارہ موجود ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- حدیث میں جو بیع معاومہ سے منع فرمایا گیا ہے، اس کا مصداق کیا ہے؟

۲- درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کے جواز اور عدم جواز کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تفصیلات کیا ہیں؟

۳- رسول اللہ ﷺ نے بدو صلاح سے پہلے درخت میں لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا، لیکن بدو صلاح سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے، تو اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

۴- پھل کی مختلف کیفیتوں کے اعتبار سے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی حسب ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف- پھل آنے سے پہلے ان کو فروخت کردیا جائے؛ خواہ اسی سال کے پھل یا آئندہ سالوں کے بھی۔

ب- باغ کے کچھ درختوں میں پھل آگئے اور کچھ درختوں میں نہیں آئے۔

ج- پھل نکل آئے لیکن قابل استعمال نہیں ہوئے۔

۵- پھر اگر پھل تیار نہیں ہوں تو اس کو فروخت کرنے کی تین شکلیں ہوسکتی ہیں:

الف-فریقین میں یہ بات طے پائی کہ پھل ابھی جس حالت میں ہے اسی حالت میں خریدار پھل کو توڑ لے گا۔

ب- طے پایا کہ پھل کے تیار ہونے تک یہ پھل درخت ہی پر لگا رہے گا۔

ج- نہ خریدنے کے بعد فوراً پھل توڑنے کی بات طے پائی ہو اور نہ درخت پر باقی رہنے کی۔

ان مختلف صورتوں میں درخت میں لگے ہوئے پھل کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہوگا؟

۶- کیا اس بات کی گنجائش ہے کہ خریدار پھل خرید کر لے اور پھل توڑنے کی مدت تک درخت کو کرایہ پر لے لے۔

۷- ان تمام صورتوں کے علاوہ اس بارے میں اگر کوئی اور صورت آپ کے علم میں ہو تو اس کو شامل کرتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔

۸- بیع سلم کی شرطوں کے متعلق ائمہ کے درمیان جو اختلاف ہے، ہمارے یہاں مروج شکلوں میں کیا اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ ہمارے بعض اکابر ارباب افتاء نے کچھ مروج صورتوں میں بیع سلم کی مختلف فیہ شرطوں کے حوالہ سے رخصت وگنجائش کا تذکرہ کیا ہے۔

مثلاً حضرت تھانویؒ نے گنے کی خرید وفروخت کے معاملہ میں میعاد مقرر پر پائے جانے کی ضرورت کے مواقع میں اجازت دی ہے (امداد الفتاوی جلد سوم/ص ۱۰۶ طبع زکریا قدیم)، اور مفتی رشید احمد صاحب نے بیع قبل ظہور الاثمار والأزہار میں ابتلاء عام کی صورت میں امام مالک کے مذہب پر جواز کا تذکرہ کیا ہے (احسن الفتاوی ۶/ ۴۸۷-۴۸۹ نیز مابعد)۔

☆☆☆

سوالنامہ:

خواتین کا محرم کے بغیر سفر

یہ بات محتاج اظہار نہیں کہ اللہ تعالی نے انسان کو جن امتیازات سے نوازا ہے، ان میں ایک عفت و پاکدامنی ہے؛ اسی لئے شریعت میں نکاح کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اور ایسے تمام مواقع سے دور رہنے کو کہا گیا ہے، جو انسان کو فتنے میں مبتلا کر سکتے ہوں اور جن کی وجہ سے آدمی جوہر عفت سے محروم ہو جائے، یہ حکم یوں تو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے؛ لیکن چونکہ عورتیں جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہیں، اس لئے ان کے تحفظ کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔

ان ہی تدابیر میں سے ایک یہ ہے کہ خواتین شوہر یا محرم مرد کی رفاقت کے بغیر لمبا سفر نہیں کریں، خود نبی کریم ﷺ نے اس کی ہدایت دی ہے، موجودہ دور میں ہوائی جہاز کے ذریعہ طویل سفر دو چار گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے، اس میں حکومت اور ایئر لائنس کی طرف سے حفاظت کا معقول نظم ہوتا ہے اور اگر ایئر لائنز والوں سے کہا جائے کہ انہیں یہاں سوار کر کے فلاں جگہ بحفاظت اتارا جائے اور اس مسافر کو ان کے ان رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا جائے جو ان کے استقبال کے لئے اس دوسری جگہ پر آئے ہوں تو ایئر لائنس اس کا خصوصی انتظام کرتی ہے، نیز حج و عمرہ پر جانے والی خواتین کے لئے پہلے سعودی حکومت کی طرف سے یہ پابندی تھی کہ وہ محرم کے ساتھ ہی سفر کریں، اس لئے حکومت ہند بھی اس کی پابندی کرتی تھی، لیکن اب سعودی عرب کی طرف سے اس کا لزوم ختم کر دیا گیا ہے، ان حالات میں درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

۱-خواتین کے ساتھ محرم کی شرط کے مسئلہ میں سفر شرعی کی مسافت، حکم کی بنیاد ہے یا تین شب و روز کی مدت؟

۲-سفر میں محرم کے ساتھ کی شرط ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کے کیا مذاہب ہیں اور اگر محرم ساتھ نہ ہو، لیکن ثقہ عورتوں کی ایک جماعت ساتھ ہو تو کیا اس کو کافی قرار دیا جا سکتا ہے؟

۳-اگر محفوظ نظام سفر ممکن ہو، مثلاً کوئی شخص ریاض میں رہتا ہو اور وہ اپنی بیوی کو ہندوستان سے وہاں بلانا چاہتا ہو تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اس عورت کو دہلی سے اس کے محرم رشتہ دار سوار کرا دیں اور ریاض میں اس کا شوہر ایئر پورٹ آ کر اسے لے لے؟

۴-اگر کوئی عورت عمرہ کی بہت مشتاق ہو اور اس کے شوہر کی وفات ہو گئی ہو، کوئی محرم رشتہ دار ساتھ چلنے کو تیار نہ ہو یا وہ اتنے اخراجات ادا کرنے کی متحمل نہ ہو تو کیا عمرہ پر جانے والی دوسری خواتین کے ساتھ مل کر وہ عمرہ کے لئے جا سکتی ہے؟

۵-سفر حج کے لئے محرم کی شرط کی کیا حیثیت ہے اور اس بارے میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟

۶-مالی استطاعت کے اعتبار سے ایک عورت پر حج فرض ہے، لیکن کوئی محرم میسر نہیں ہے، جس کو وہ اپنے ساتھ لے جائے، یا اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اپنے علاوہ ایک اور شخص کے اخراجات کو برداشت کر سکے، ایسی صورت میں وہ حج کمیٹی یا حج ٹور کے قافلہ کے ساتھ بغیر محرم کے حج کے لئے جا سکتی ہے؟

۷-محرم یا شوہر کے ساتھ رہنے کی شرط عورت کو فتنہ سے بچانے اور بہ وقت ضرورت مدد حاصل کرنے کے لئے ہے، لیکن معمر خواتین کے حق میں فتنہ کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں کیا ان کے لئے اس شرط میں نرمی کا پہلو اختیار کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر اختیار کیا جا سکتا ہے تو کیا اس کے لئے کسی خاص عمر کی حد مقرر کی جا سکتی ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

اسلام نے متعدد عبادات اور شرعی احکام کو قمری ماہ وسال سے وابستہ کیا ہے، اور قمری ماہ کے آغاز کا مدار ہلال کی بصری رؤیت پر رکھا ہے، خصوصاً روزہ جیسی اہم ترین اسلامی عبادت کا آغاز واختتام، اسی طرح دونوں اسلامی تہواروں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ (جن کی حیثیت اصلاً عبادت کی ہے) کی ادائیگی بھی قمری ماہ وتاریخ سے وابستہ ہے، اس لئے رؤیت سے متعلق قدیم وجدید سوالات کا شرعی حل ایک اسلامی فریضہ ہے، جو بابصیرت اور دقیق النظر علماء اور اصحاب افتاء پر عائد ہوتا ہے، رویت ہلال کے بارے میں کچھ اہم اور بنیادی مسائل پر علماء کی طرف سے متفقہ رائے نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے، جس سے روزہ جیسی اہم عبادت اور عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کی پرمسرت تقریبات متاثر ہوتی ہیں، ذرائع ابلاغ کی نئی ایجادات اور بعض علاقوں میں نظام قضاء کے فقدان کی وجہ سے بھی بہت سے نئے مسائل پیدا ہوگئے ہیں، لہذا اس سلسلہ میں چند بنیادی سوالات اصحاب علم وتحقیق اور علماء وفقہاء کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں کہ آپ حضرات ان سوالات پر واضح اور مدلل جواب تحریر فرمائیں گے۔

واضح رہے کہ اکیڈمی کے ساتویں فقہی سمینار (منعقدہ جنوری ۱۹۹۵ء، بمقام دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات) میں بھی ایک موضوع رؤیت ہلال کا تھا، مگر حالات کے تحت اس موضوع پر مزید غور وخوض کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی، اب حالات کو دیکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ۲۹ ویں فقہی سمینار کا ایک موضوع یہ بھی رکھا گیا ہے۔

۱-الف: مطلع کسے کہتے ہیں؟ اس کے اصطلاحی مفہوم کو واضح کریں، اس ضمن میں مطلع کے حدود پر بھی روشنی ڈالی جائے اور موجودہ تحقیقات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی واضح رائے تحریر فرمائیں۔

ب- ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش کا مطلع محققین علماء ہندوپاک کے نزدیک ایک ہے، جبکہ بعض علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے، اور بعض علاقے ساحلی سمندر پر دور تک آباد ہیں، اور بسا اوقات ساحلی پٹیوں پر آباد علاقے (جیسے کیرالا)، اسی طرح پاکستان کے بعض مغربی حصوں میں پہلے رؤیت ہوجاتی ہے، جبکہ ہندوپاک کے اکثر علاقوں میں رؤیت نہیں ہوتی تو کیا یہ علاقے ہندوپاک کے عام مطلع وحکم سے الگ ہیں؟

ج- ایسے علاقوں میں رؤیت ہوجانے پر ملک کے بقیہ حصوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ بقیہ علاقے اپنے مطلع کے لحاظ سے رؤیت پر عمل کریں گے، یا اس کی گنجائش ہوگی کہ یہ خاص علاقے (کیرل وغیرہ) چونکہ ملک کا ہی ایک حصہ ہیں، تو وہاں ہونے والی رؤیت کا اعتبار کرلیں؟

د- جن علاقوں کا مطلع ایک ہے تو اگر کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیا جائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں؟ اور کیا دوسرے خطے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں؟

۲- ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے، اور فضا میں ابر، گرد وغبار یا مختلف طرح کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے، اس لئے قمری مہینے کی ۲۹/تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا ہے تو:

الف- کیا رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے؟ تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پہ چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں؟

ب- اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹؍تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، یا یہ کہہ کر کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے، شہادت رد کردی جائے گی، جیسا کہ بعض قدیم وجدید علماء کا نقطۂ نظر ہے۔

ج- چاند کی رؤیت کے لئے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے؟ یعنی اس علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود و کثافت زدہ ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟

د- مطلع صاف نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا صرف ابر کی وجہ سے مطلع کو متاثر مانا جاتا ہے یا اس کے دوسرے اسباب بھی ہوتے ہیں، اور اگر دوسرے اسباب بھی ہیں تو وہ کیا ہوسکتے ہیں؟

ہ- اگر ۲۹؍شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی ۳۰؍تاریخ مکمل ہوچکی ہو، ۳۰؍رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی؟ یا یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰؍تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

۳-الف: رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو کتنے افراد کے چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی؟ چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھا ہے؟ یا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم وصلوۃ کا پابند ہے؟ اور کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہوگی؟

ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے؟ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر؟ اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

ج- چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟ اگر چاند دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کردی جائے گی؟ خصوصاً جبکہ رمضان وعید الفطر کے موقع پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف وانتشار پیدا ہوجاتا ہے۔

۴-الف: صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ملنے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس کے حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں کے لئے اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا یا نہیں؟

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان، اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت کا اعلان کیا تو کیا یہ صرف اس صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے، یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے یا اس کے حق میں بھی اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟ یا کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے، تو کیا اس پر اعتماد کر لینا کافی ہے؟

۵-الف: بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹/تاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ وغیرہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹/تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰/دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان و عیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

ب- اگر مہینہ ۳۰/دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چار سال میں ایک مہینے کا فرق ہو جاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رؤیت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے؟ یا دیگر ممالک میں رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے؟

ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رؤیت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رؤیت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں؟ اور اس کے لئے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

د- ایک صوبے میں رؤیت کا ثبوت نہیں ہوتا اور اس صوبے سے متصل یا ملک کے مختلف صوبوں سے باوثوق ذرائع کے ساتھ رؤیت کی خبر ملتی ہے تو کیا اس کو استفاضہ خبر مانتے ہوئے اس صوبے میں بھی رؤیت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

۶-الف: رؤیت عامہ کی صورت میں تو حکم واضح ہے لیکن کسی علاقے، صوبے اور شہر وغیرہ میں عام رؤیت نہ ہو یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہو اور دوسرے قریبی مقامات میں رؤیت ہوتی ہے، تو رؤیت کے اعلان کا حق اور اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

ب- ایسی صورت حال میں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کیلئے کوئی بھی عالم و مفتی مجاز ہے، یا یہ کہ انفرادی و اجتماعی طور پر (کمیٹیوں وغیرہ) کی شکل میں جو لوگ ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور عوام و خواص اس مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں، وہ ذمہ دار ہیں، اور یہ انہیں کا حق ہے؟

ج- جہاں رؤیت کے فیصلہ و اعلان کا کوئی نظام موجود ہے، وہاں اس سے الگ ہٹ کر اگر کوئی اعلان کیا جائے خواہ کسی فرد کی طرف سے ہو یا ادارہ کی طرف سے تو اس کا کیا حکم ہوگا، اور کیا اس کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھنا یا عید کرنا درست ہوگا؟

د- غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں اور بالخصوص روزہ توڑ دینے والوں کے لئے کیا حکم ہوگا؟ وہ صرف قضا کریں گے یا ان پر کفارہ بھی عائد ہوگا؟

۷-الف: ایک شہر و صوبے میں ایک سے زائد ایسے نظام کا ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ بسا اوقات اختلاف و انتشار کی نوبت آتی ہے تو ایسے اداروں کا کیا حکم و فرض بنتا ہے تا کہ اختلاف و انتشار سے بچا جا سکے۔

ب- ہندوستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے اور پورے ملک کی سطح پر کام کرنے والا یا اعتماد رکھنے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے، ایسی صورت میں ملک کے مختلف اداروں کے درمیان اتفاق و ارتباط کی کیا شکل ہو سکتی ہے، تا کہ باہمی اتفاق کے ساتھ ملکی پیمانے پر ایک فیصلہ و اعلان سامنے آئے اور انتشار سے بچا جا سکے۔

۸- یہ بات ظاہر ہے کہ چاند کے طلوع وغروب کے اوقات سے مطلع ہونے کے سلسلہ میں ''علم فلکیات'' کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے، اس پس منظر میں ان سوالات کا جواب مطلوب ہے:

الف: جن ملکوں میں عام طور پر آسمان ابر آلود نہیں رہتا اور آنکھوں سے چاند کی رؤیت ہوجاتی ہے، کیا ایسے علاقوں میں اگر کبھی مطلع صاف نہ ہو اور کھلی آنکھوں سے چاند نہیں دیکھا جاسکے تو کیا ماہرین فلکیات کی رائے پر رؤیت کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

ب: جن ملکوں میں مطلع عمومی طور پر ابر آلود ہوتا ہے جیسا کہ بہت سے مغربی ملکوں کی صورت حال ہے، تو کیا وہاں ماہرین فلکیات کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟

ج: اگر کسی تاریخ کے بارے میں ماہرین فلکیات کی رائے ہو کہ آج افق پر چاند قابل رؤیت نہیں، اور سائنسی اعتبار سے رؤیت ممکن ہی نہیں ہے، تو اگر اس دن رؤیت کی شہادت دی جائے تو اس کو خلاف واقعہ سمجھ کر رد کیا جاسکتا ہے؟ یہ شہادت خبر واحد کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا اور خبر مستفیض کی شکل میں ہو تو کیا حکم ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ:

سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين۔ أما بعد!

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا یہ طریقۂ کار رہا ہے کہ وہ اپنے فقہی سمیناروں میں وقتاً فوقتاً بعض اصولی موضوعات بھی زیر بحث لاتی ہے، اوران پر سوالنامہ مرتب کر کے علماء واصحاب افتاء کو بحث وتحقیق کی دعوت دیتی ہے، اور کچھ بنیادی فیصلے کرتی ہے؛ کیونکہ ان اصولی موضوعات کا مطالعہ مسائل کو حل کرنے میں مدددیتا ہے، اور مختلف نئے پیش آمدہ مسائل پر ان کی تطبیق فقہ اسلامی کے دائرے کو وسیع کرتی ہے اور صحیح رائے قائم کرنے میں مدددیتی ہے۔

اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے مختلف سمیناروں میں جو اصولی موضوعات زیر بحث آ چکے، اور ان پر فیصلہ آ چکا ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔فقہی اختلاف کی شرعی حیثیت۔

۲۔ضعیف حدیث کے احکام۔

۳۔شریعت میں ضرورت وحاجت کی رعایت اوراس کے حدود۔

۴۔شریعت میں عرف وعادت کا اعتبار اوراس کے اصول وقواعد۔

۵۔احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کے اثرات۔

انتیسویں فقہی سمینار (جوان شاءاللہ تعالی دارالعلوم وقف دیوبند میں منعقد ہوگا) کیلئے جوموضوعات طے کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک اصولی موضوع ’’سدذریعہ‘‘ ہے، جس کے بارے میں درج ذیل سوالنامہ پیش خدمت ہے، امید ہے کہ آپ اس سوالنامے کوغور سے پڑھیں گے اور تفصیل وتحقیق سے سوالنامے میں اٹھائے گئے سوالات پر روشنی ڈالیں گے، خاص طور سے اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ سدذریعہ کا اصول کن نئے مسائل کے حل میں مفیداور کارگر ثابت ہوسکتا ہے؟

تمہید:

اہل علم وافتاء کے لئے یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ شریعت کے بہت سے منصوص احکام بھی سدذریعہ پر مبنی ہیں، جو چیزیں شریعت میں اصلاً جائز ہیں، لیکن وہ کسی بڑے مفسدہ اورضرر کا باعث بنتی ہیں، شریعت ان پر پابندی لگادیتی ہے، اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ معبودان باطل کو برا بھلا کہنا اصلاً ممنوع نہیں ہے، لیکن چونکہ انہیں سب وشتم کرنے میں اس کا پورا اندیشہ ہے کہ ان کے پرستار ردعمل کی نفسیات کا شکار ہوکر اللہ جل شانہ کو سب وشتم کرنے لگیں، اس لئے معبودان باطل کو سب وشتم کرنے سے قرآن شریف میں منع کیا گیا ہے۔

’’ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم، كذلك زيّنّا لكل أمة عملهم ثم إلى ربّهم مرجعهم فينبّئهم بما كانوا يعملون‘‘ (سورۃ الانعام/۱۰۸)۔

سدّ ذریعہ کی ایک دوسری مثال یہ ہوسکتی ہے کہ جب منافقین کی بعض گھناؤنی حرکتوں پر حضرت عمر فاروقؓ نے یہ اجازت چاہی کہ انہیں ہم قتل کردیں، تو رسول اکرم ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے منع کیا کہ اگر ہم انہیں قتل کریں گے تو یہ بات مشہور ہوجائے گی کہ ''محمد'' اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، اس سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے منافقین کو قتل کرنے سے منع کیا، حالانکہ ان کے گھناؤنی اور سازشی اعمال انہیں قتل کا مستحق بنا چکے تھے۔

حدیث وسیرت سے سدّ ذریعہ کی ایک تیسری مثال یہ دی جاسکتی ہے کہ اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو مالی تنگی کی وجہ سے خانہ کعبہ کا ایک حصہ اس میں شامل نہیں کیا، جو حطیم کے نام سے معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی اسلام لائی ہے تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کرکے دوبارہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر ازسرنو کرتا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کرتا، ظاہر ہے کہ بناء ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس خیال سے اس کام کو انجام نہیں دیا کہ کہیں قریش کے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوجائے کہ ہمارے باپ دادا کی تعمیر کو منہدم کیا جارہا ہے، اور اس سے خدانخواستہ دل میں کوئی کدورت پیدا ہو جو ان کے ایمان کو متاثر کردے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منصوص احکام میں بہت سے احکام کی بنیاد سد ذریعہ ہے، اب غور یہ کرنا ہے کہ غیر منصوص مجتہد فیہ احکام میں فقہاء نے سد ذریعہ کا استعمال کس حد تک کیا ہے، اور مصادر شریعت میں اس کا شمار کیا ہے یا نہیں؟ اصل اور قاعدے کی حیثیت سے اس کو کیا اہمیت دی ہے اور نئے مسائل کے حل میں ہم ان سے کس حد تک مدد لے سکتے ہیں، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات قائم کئے جاتے ہیں:

۱- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت کیا ہے؟

۲- ذریعہ اور سبب میں کیا فرق ہے؟

۳- سدّ ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کے دلائل کی نشاندہی فرمائیں؟

۴- اہل اصول اور فقہاء نے ذرائع کے جو مختلف درجات مقرر کئے ہیں ان پر روشنی ڈالیں؟ اور اس سلسلہ میں ان کے مختلف رجحانات کی تشریح کریں؟

۵- اگر ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے یہاں سدّ ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے تو ہر فقہ سے اس کی چند مثالیں بھی پیش کریں؛ تاکہ واضح ہو کہ کس طرح کے مسائل میں اس اصول کا استعمال کیا جائے گا؟ خاص طور سے فقہ حنفی میں سد ذریعہ کے استعمال پر تفصیلی گفتگو کریں۔

۶- بعض اہل اصول نے فتح ذرائع کا موضوع بھی چھیڑا ہے خاص طور سے امام قرافی مالکی نے، اس کے بارے میں بھی اپنی تحقیق اور خلاصۂ بحث لکھیں؟

۷- دور حاضر کے کن مسائل میں سد ذریعہ کا اصول فیصلہ کن یا مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے، ایسے چند نئے مسائل کی نشاندہی کریں جن میں سد ذریعہ کا قاعدہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

۸- بعض معاصر فقہاء کی رائے ہے کہ جس طرح سدّ ذریعہ کو سرے سے نظر انداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نہ کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح سدّ ذریعہ کے استعمال میں غلو بھی درست نہیں ہے، اور اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں اپنی تحقیق اور رائے قلمبند کریں؟

☆ ☆ ☆

تجاویز:

تجویز بابت: باغات میں پھلوں کی خرید وفروخت

۱- باغ کے پھل کو سال دو سال یا اس سے زائد مدت تک کے لئے پیشگی فروخت کردینے کو ''بیع معاومہ'' اور ''بیع سنین'' کہا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع معاومہ اور بیع سنین سے منع فرمایا ہے؛ لہٰذا اس طرح کی بیع درست نہیں ہے۔

۲- درخت پر پھل سرے سے ظاہر ہی نہیں ہوا ہو تو یہ بیع ناجائز ہے۔

۳- درخت پر پھل ظاہر ہو چکا ہے تو اس کی بیع درست ہے۔

۴- اگر درخت پر بور (پھول) آچکے ہوں تو اس کی بیع بھی درست ہے۔

۵- باغ کے اکثر درختوں میں پھل آگئے ہوں تو تمام درختوں کے پھلوں کی بیع درست ہے۔

۶- دفعہ نمبر: ۳، ۴، ۵ میں اگر باہمی رضامندی سے پھل پکنے تک چھوڑے رکھیں تو بھی وہ پھل خریدار کے لئے حلال ہے۔

۷- زمین کے بغیر صرف درختوں کا اجارہ درست نہیں ہے۔

۸- البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ باغ کی زمین کو اس کے درختوں کے ساتھ کرایہ پر لے لیا جائے تو یہ درست ہے۔

۹- باغات کی خرید وفروخت میں بہتر یہ ہے کہ پھل جب تک کھانے کے قابل نہ ہو جائے، اس کی بیع نہ کی جائے۔

تجویز بابت: کورونا کی وجہ سے پیدا ہونے والے چند اہم مسائل

کورونا وبا کی وجہ سے جہاں دوسرے شعبہ ہائے حیات میں مشکلات پیدا ہوئیں، وہیں عبادات کے بعض اہم مسائل میں بھی رکاوٹیں پیدا ہوئیں، جن میں سے چند کے احکام یہ ہیں:

۱- کورونا جیسی پابندیوں کے ماحول میں ایک مسجد میں پنج وقتہ اور جمعہ وعیدین کی نماز میں ایک سے زائد جماعت کی اجازت ہوگی؛ البتہ اس کا خیال رکھا جائے کہ ہر جماعت کا امام الگ ہو اور دوسری جماعت تبدیلیٔ ہیئت کے ساتھ ہو۔

۲- عام حالات میں جب کہ نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو اور ایک مرتبہ میں مسجد کے اندر نہ آسکتے ہوں اور نمازیوں کے مسجد سے باہر نماز ادا کرنے میں دشواریاں پیدا ہوتی ہوں تو اس صورت میں توسیع مسجد یا دوسری مسجد کی تعمیر ہونے تک ایک مسجد میں ایک سے زائد جماعت کی گنجائش ہے۔

۳- کورونا جیسے وبائی دور میں طبی اور انتظامی ہدایات اور تقاضوں کے مطابق مسجد کی جماعت کے علاوہ متعدد مقامات ومکانات

میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے؛ البتہ مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی کو اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔

۴- جو لوگ کورونا جیسی پابندیوں کی وجہ سے اپنے گھروں میں نماز ظہر پڑھنا چاہتے ہیں، ان کے لئے جماعت سے بھی پڑھنا درست ہے اور انفراداً بھی۔

۵- اگر کورونا پابندیوں کی وجہ سے میت کو غسل دینا یا تیمّم کرانا دشوار ہو تو فریضۂ غسل ساقط ہو جائے گا اور اس پر نماز جنازہ ادا کرنا درست ہوگا۔

۶- اگر کورونا میت کو کفن مسنون دینا دشوار نہ ہو تو کوَر پر کفن مسنون پہنانا بہتر ہے اور دشواری کی صورت میں کور ہی کفن کے حکم میں ہوگا۔

۷- اگر کورونا میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جب تک کہ اس کی لاش کے تغیر کا ظن غالب نہ ہو۔

تجویز بابت: خواتین کا محرم کے بغیر سفر

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے انتیسویں فقہی سیمینار منعقد ۲۴ تا ۲۶ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲ تا ۴/ اکتوبر ۲۰۲۱ء کے موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ''خواتین کا محرم کے بغیر سفر'' کا ہے، اس موضوع پر موصول ہونے والے تمام مقالات، پھر تیار ہونے والا عرض مسئلہ اور اس پر ہونے والے مناقشات کی روشنی میں درج ذیل تجاویز مرتب کی گئیں:

۱- خواتین کے سفر کے لئے محرم کی شرط کا مدار فتنہ پر ہے خواہ مسافت قصر کے مقدار مسافت ہو یا اس سے کم مسافت ہو، اس لئے اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو سفر شرعی کی مسافت سے کم کا سفر بھی کسی خاتون کے لئے بغیر محرم کے جائز نہ ہوگا؛ البتہ نماز کے قصر و اتمام کا مدار مسافت شرعی کے سفر پر ہوگا۔

۲- عام حالات میں کوئی عورت سفر شرعی کی مسافت کا سفر تنہا نہ کرے، اگر چہ بظاہر محفوظ نظام سفر ممکن ہو؛ البتہ اگر کوئی اہم ضرورت درپیش ہو اور شوہر یا محرم کی رفاقت ممکن نہ ہو تو محفوظ نظام سفر کے ساتھ سفر کی اجازت ہے۔

۳- چوں کہ عمرہ اور حج کا سفر طویل ہوتا ہے اور کئی دنوں کا ہوتا ہے، اس پوری مدت میں عورت کو کسی مرد کی مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، جو بغیر شوہر یا محرم کے پوری نہیں ہو سکتی ہے، شرعی قباحتوں سے بچنا بہت مشکل ہے، اس لئے بغیر شوہر یا محرم کے محض ثقہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ عورتوں کے لئے سفر عمرہ اور حج پر جانا جائز نہ ہوگا --- بوڑھی عورتوں کو تو اور زیادہ کسی مرد کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے ان کے لئے بھی بغیر محرم کے صرف ثقہ عورتوں کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۴- کوئی عورت محرم کے موجود نہ ہونے یا محرم کے اخراجات سفر حج کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں بھی حج کمیٹی یا حج ٹور

کے قافلہ کے ساتھ بغیر محرم کے سفر حج وعمرہ پر نہیں جاسکتی ہے۔

۵- البتہ دفعہ: ۳و ۴ میں سفر حج کی جو ممانعت مذکور ہے تو جن مسالک میں محرم وشوہر کے بغیر ثقہ عورتوں کے ساتھ بھی سفر حج کی اجازت ہے، ان مسالک کے لوگ اپنے مسلک کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔

تجویز بابت: رؤیت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل

۱- پہلی تاریخ کو اُفق پر چاند کے نمودار ہونے کی جگہ کو مطلع کہتے ہیں، جن جگہوں میں عموماً چاند ایک ہی دن نظر آتا ہے ان کا مطلع شرعاً ایک مانا جائے گا، اور ایسی دو جگہیں جہاں عموماً چاند ایک دن پہلے یا بعد نظر آتا ہو تو ان کا مطلع شرعاً الگ مانا جائے گا۔

۲- جن علاقوں کا مطلع ایک ہے اگر ان کے کسی حصہ میں رؤیت ثابت ہو جائے تو ملک کے دوسرے خطے کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعلان کا انتظار کریں؛ البتہ مقامی قاضی اور ہلال کمیٹی کو چاہئے کہ شرعی ضابطے کے مطابق اطمینان کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں۔

۳- بصری رؤیت ممکن ہے یا نہیں، اور مطلع صاف رہے گا یا نہیں، اس کو جاننے کے لئے فلکیات وموسمیات کے ماہرین سے مدد لینے میں حرج نہیں ہے؛ البتہ ثبوت ہلال کا مدار بصری رؤیت پر ہوگا، فلکیاتی حساب پر نہیں۔

۴- اگر ۲۹ تاریخ کو فلکیاتی حساب سے بصری رؤیت ممکن نہ ہو تو شہادت قبول کرنے میں حد درجہ احتیاط لازم ہے۔

۵- مطلع کے صاف نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ زمین سے چاند دیکھنے میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ حائل ہو جائے خواہ وہ ابر ہو یا گرد وغبار یا ماحولیاتی کثافت وغیرہ۔

۶- مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند رمضان کا ہو یا عیدین کا، ایک بڑی تعداد کو چاند نظر آنا ضروری ہے۔

۷- ثبوت ہلال کے لئے موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو، نیز فسق وفجور میں بدنام نہ ہو۔

۸- چاند دیکھنے والے کو چاہئے کہ جہاں قاضی رؤیت ہلال کا فیصلہ کرتا ہو، وہاں قاضی کے پاس اور جہاں رؤیت ہلال کمیٹی فیصلہ کرتی ہو، وہاں کمیٹی کے پاس جاکر شہادت دے؛ اس لئے کہ چاند کی رؤیت کا اہتمام اور اس کی شہادت بھی عبادت اور کارِ ثواب ہے۔

۹- جب قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی تک شہادت نہ پہنچے تو چاند دیکھنے والے پر فوری شہادت دینی ضروری ہے، بلا عذر اس میں تاخیر درست نہیں۔

۱۰- جہاں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی ثبوت ہلال کا فیصلہ کرتی ہے تو اس حلقہ کے تمام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہے، دیگر علاقوں یا پورے ملک کے مسلمانوں پر وہ اعلان حجت نہیں ہوگا، جب تک کہ وہاں کے ذمہ دار اعلان نہ کریں۔

۱۱- ریڈیو، ٹیلی ویژن یا دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے متعینہ الفاظ میں اسی کی طرف نسبت کر کے اعلان ہو تو یہ اعلان معتبر اور واجب العمل ہوگا، خواہ اعلان کرنے والا کوئی بھی ہو۔

۱۲- دائمی کثافت والے ملکوں میں ماہرین فلکیات کے حساب کو مدار بنانے کے بجائے ایسے قریبی ممالک کی رؤیت کا اعتبار ہوگا، جہاں عموماً مطلع معمول کے مطابق رہتا ہو۔

۱۳- ملک کے متعدد صوبوں میں رؤیت ہلال کا فیصلہ ہوجائے اور یہ خبر ایسے باوثوق ذرائع سے دوسرے صوبوں تک پہنچ جائے کہ عقلاً جھوٹ کا احتمال باقی نہ رہے تو اس خبر کو استفاضہ کے درجہ میں رکھ کر دوسرے صوبے کے قاضی یا ہلال کمیٹی بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

۱۴- کسی صوبہ و شہر میں عام رؤیت یا مطلق رؤیت کا ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جب کہ قریبی مقامات میں رؤیت ہو چکی ہو، اعلان کا حق قاضی یا ہلال کمیٹی کو حاصل ہے، ان کے نہ ہونے کی صورت میں یہ حق کسی ایسے عالم و مفتی کو ہوگا جس کی طرف لوگ دینی اُمور میں رُجوع کرتے ہوں، غیر مجاز لوگوں کی طرف سے کیا جانے والا اعلان معتبر نہ ہوگا۔

۱۵- غیر مجاز لوگوں کی طرف سے اعلان کی صورت میں اگر لوگ روزہ توڑ دیتے ہیں تو صرف قضاء لازم ہوگی۔

۱۶- ایک شہر یا صوبے میں ایک ہی ہلال کمیٹی ہونی چاہئے، متعدد ہونے کی صورت میں ان کا حتی الامکان باہمی تال میل اور موافقت ضروری ہے؛ تاکہ اُمت کو انتشار سے بچایا جا سکے۔

۱۷- یہ سمینار علما، دینی اور ملی تنظیموں اور ملت کی ذمہ دار شخصیتوں سے اپیل کرتا ہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلے میں وہ ایک ایسی کمیٹی تشکیل دیں جو ملک کے تمام صوبوں میں قائم رؤیت ہلال کمیٹی اور چاند کا اعلان کرنے والے اداروں سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کرے اور شرعی اصولوں کی روشنی میں تحقیق کے بعد صوبائی کمیٹیوں اور اداروں کو اعتماد میں لیتے ہوئے ملک گیر سطح پر رویت ہلال کا اعلان کرے۔ کوشش کی جائے کہ اس میں تمام مسالک کے نمائندے شامل ہوں؛ تاکہ اختلاف و انتشار کی شکل پیدا نہ ہو۔

۱۸- یہ سمینار مدارس اسلامیہ سے اپیل کرتا ہے کہ گزشتہ ادوار کی طرح نصاب میں علم ہیئت کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیا جائے اور اساتذہ و طلبہ کی اس پہلو سے تربیت کیلئے فنی ماہرین کے پروگرام بھی رکھے جائیں۔

تجویز بابت: سد ذریعہ -- ایک اہم اُصول

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا جدید مسائل کو موضوع بحث بنانے کے ساتھ اُصولی موضوعات کو بھی زیر بحث لاتی ہے؛ تاکہ ان کی ایسی تنقیح ہوجائے کہ نئے پیش آمدہ مسائل پر ان کی مناسب تطبیق ہو سکے، اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اکیڈمی نے اپنے ۲۹ ویں فقہی سیمینار منعقدہ ۲۳-۲۴ رصفر ۱۴۴۳ھ مطابق: ۱-۲ راکتوبر ۲۰۲۱ء کا ایک موضوع ''سد ذریعہ'' بھی رکھا ہے۔ مقالہ نویس حضرات کی آراء اور بحث و مناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز طے کی گئیں:

۱- وہ اُمور جو بذاتِ خود مباح ہوں لیکن کسی مفسدہ کا باعث بنتے ہوں ان کو ممنوع قرار دینے کا نام ''سد ذریعہ'' ہے۔

۲- ''سد ذریعہ'' شریعت میں معتبر ہے اور شریعت کے بہت سے احکام اس پر مبنی ہیں۔

۳- جن ذرائع کا معصیت تک متعدی ہونا یقینی ہو یا ظن غالب کے درجہ میں ہو وہ ناجائز ہیں، اوران کی ممانعت پر بھی اتفاق ہے۔

۴- جن ذرائع کا حرمت تک متعدی ہونا ظن غالب کے درجہ میں نہ ہو؛ لیکن بکثرت ہو تو ان سے بھی اجتناب کیا جائے۔

۵- جن ذرائع کا معصیت تک متعدی ہونا نادر ہو وہ شرعاً مباح ہیں۔

۶- دورِ حاضر کے بہت سے مسائل میں ''سد ذریعہ'' کا اُصول بنیادی کردار ادا کرتا ہے، علماء اور اربابِ افتاء کو چاہئے کہ آج کے عصری مسائل میں اس سے کام لیں، مثلاً :

الف: تورق منظّم کا عدم جواز۔

ب : فحش مناظر دیکھنے کے لئے اینڈرائڈ موبائل، ڈی وی ڈی، وی سی آر اور ایل سی ڈی وغیرہ کے استعمال کا عدم جواز۔

☆☆☆

رپورٹ:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سالانہ فقہی سمینار کا انعقاد

المعہد العالی الاسلامی کے اشتراک وتعاون سے اسلامک فقہ اکیڈمی کے دو فقہی سمینار: گزشتہ 29واں فقہی سمینار اور موجودہ 30واں فقہی سمینار حیدرآباد میں منعقد ہوا

حیدرآباد (پریس ریلیز)-اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا 29واں اور 30واں فقہی سیمینار ریاست تلنگانہ کے دارالسلطنت اور تاریخی تہذیبی، علمی وادبی شہر حیدرآباد کے مشہور ومعروف تحقیقی ادارہ المعہد العالی الاسلامی میں مورخہ 1 تا4 اکتوبر 2021 کو منعقد ہوئے، اکیڈمی کا 29واں سیمینار 2021 کے اواخر میں منعقد ہونا تھا لیکن بعض وجوہات اور رکاوٹوں کی وجہ سے منعقد نہیں ہوسکا، اور دیکھتے ہی دیکھتے سال 2021 آ گیا، لہذا اس طویل وقفہ کی وجہ سے یہ مناسب سمجھا گیا کہ دونوں سمیناروں کو ایک ساتھ منعقد کیا جائے ،قرعہ فال المعہد العالی الاسلامی کے نام نکلا، جو صوری اور معنوی ہر لحاظ سے اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی سمینار کیلئے مناسب تھا۔

ان دونوں سمیناروں کی کل آٹھ نشستیں ہوئیں، جن میں دو افتتاحی اور اختتامی نشستیں بھی تھیں، اس سمینار کا افتتاحی اجلاس 2 اکتوبر کی صبح میں منعقد کیا گیا، اس افتتاحی اجلاس میں ملک کے معروف ادارے دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث وتفسیر اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے صدر حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب شریک ہوئے اور اس اجلاس کی صدارت فرمائی، انہوں نے اپنے صدارتی کلمات میں فرمایا: جب اسلامک فقہ اکیڈمی قائم ہوئی تو دو چار علما کو چھوڑ کر سب کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ کیسے وجود میں آئے گی؟ مگر آپ تمام حضرات جنہوں نے حصہ لیا اور کئی ایک سمیناروں میں شریک ہوئے ان کو شرح صدر ہوا، اور اسلامی فقہ کی برتری کا دوسرے مکاتب فکر پر اثر ہوا، پھر حضرت نے موجودہ دور کے تناظر میں مختلف امثلہ کی روشنی میں فقہ اسلامی کی افادیت اور اثرانگیزی پر پورے وثوق اور متانت وسنجیدگی کے ساتھ بیان کیا، اور فرمایا کہ قمار وسود جو بنیادی خرابی ہے، اس کا حل اسلام نے بہت بہتر انداز میں پیش کیا ہے۔

موجودہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں بدنام کرنے کی بہت کوشش کی جارہی ہے، اور کی جائے گی؛ لیکن عسی ربکم الخیعنی پھر اس کے بعد کشادگی کا وعدہ ہے، جو پورا ہو کر رہے گا۔

اخیر میں حضرت نے پھر لوگوں کو حوصلہ دیا کہ حالات ضرور اچھے ہوں گے یقین رکھیے، ہندوتوا سے آپ پست حوصلہ مت ہوئیے ،مشکلات ضرور ہیں لیکن تادیر نہیں، اس گھٹا کو چھٹنا ہی ہے، ہاں ہم لوگوں کو اس کی تیاری کرنی چاہئے کہ اسلام پر اعتراض -جو محض پروپیگنڈہ ہے- اس کے دفاع کیلیے کوشش کرنی چاہئے ،مفتی شاہد علی قاسمی (استاذ المعہد) کے شکریہ کے ساتھ گیارہ بجے اس مجلس کا اختتام ہوا۔

اس افتتاحی نشست میں المعہد العالی الاسلامی کے نائب ناظم مولانا عمر عابدین قاسمی مدنی نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے خطبہ ستقبالیہ پیش کیا اوراپنے اس استقبالیہ کلمات میں تمام مندوبین کا دلی شکریہ ادا کیا، نیز المعہد العالی الاسلامی اوراس کی خدمات کا مختصراور جامع تعارف پیش کیا، جس میں انہوں نے المعہد العالی الاسلامی کے شعبوں اوران کی کارکردگی پر روشنی ڈالی۔

اس نشست میں کلیدی خطاب پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، بانی المعہد العالی الاسلامی) نے لاک ڈاؤن کی وجہ سے دارالعلوم وقف دیوبند میں تیاریوں کے باجود اجلاس کے التواء پر افسوس کا اظہار کیا اورملکی حالات کی وجہ سے موجودہ اجلاس کی تشہیر نہ کرنے کی حکمت بیان کی، حضرت مولانا نے اسی موقع سے المعہد العالی الاسلامی کے دومنزلہ دارالتربیت کے سنگ بنیاد کی بات کہی، جس میں نچلی منزل میں تربیتی پروگراموں کا انعقاد ہوگا اور اوپری منزل میں معہد کا کتب خانہ ہوگا کیونکہ معہد کے کتب خانہ کی موجودہ عمارت تنگ دامنی کا شکوہ کررہی ہے، آپ نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے اپنے ادارے کے مختلف منصوبوں اور پروگراموں کا اعلان کیا، کثیر المقاصد کیمپ کے انعقاد کا بھی اعلان کیا، بالخصوص کتب خانہ میں ہندوستانیات کا شعبہ قائم کرنے کی بات بھی فرمائی، لاک ڈاؤن کے درمیان فقہ اکیڈمی کی خدمات پر بھی آپ نے تفصیل سے روشنی ڈالی۔

حضرت مولانا سفیان قاسمی (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) نے اپنے خطاب میں دارالعلوم وقف دیوبند میں فقہ اکیڈمی کے اجلاس کی منسوخی پر افسوس کا اظہار کیا اورملکی حالات کی جانب اشارہ کیا، آپ نے مزید فرمایا کہ طلبہ علوم دینیہ پر کورونا کے منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں اور علماء حضرات کو چاہئے کہ وہ طلبہ کی حصول علم کیلئے نئے سرے سے ذہن سازی کریں۔ آپ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب مشکل حالات آتے ہیں تو ہمارے اکابر کا طرز عمل دوطرح کا رہاہے: اول یہ کہ اپنی استطاعت کے بقدر مقابلہ کریں اور دوسرے یہ کہ خاموشی اختیار کرکے حالات کے گزرجانے کا انتظار کریں، ہم جس دور میں ہیں، یہ خاموشی کے ساتھ حالات کے جائزہ اوراس کے گزرجانے کے انتظار کا ہے، ہاں ہمت پست نہ ہو؛ بلکہ بلند رہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے صدر اور ندوۃ العلما لکھنؤ کے ناظم اعلی حضرت مولانا محمد رابع ندوی صاحب نے بھی مختصر ور چوئل خطاب فرمایا، جس میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے منتظمین کو اجلاس کے انعقاد پر مبارک بادی اور دعاؤں سے نوازا اور فرمایا: دین قیامت تک کیلئے ہے، ہاں وقتی تغیرات ضرور ہوں گے اور اس کوحل کرنا علماء کی ذمہ داری ہے اور یہ اجلاس اسی مقصد کیلئے ہے، اللہ اسے اپنے مقاصد میں کامیاب کرے، اس موقع سے ان حضرات کے علاوہ حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب اور دیگر حضرات موجود تھے، اس افتتاحی نشست کی نظامت کے فرائض مولانا محمد اعظم ندوی (استاد فقہ المعہد العالی الاسلامی) نے انجام دیئے، اور شکریہ کی کلمات مفتی شاہد علی قاسمی نے پیش کئے۔

اسی نشست میں درج ذیل کتابوں کی رسم اجرا انجام پائی:

(1) پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم — مصنف: حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب

(2) محاضرات اصول فقہ — مصنف: حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب

(3) آسان علم کلام — مصنف: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

(4) احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر — (گذشتہ سمینار کے مقالات کا مجموعہ) — مرتب: مفتی احمد نادر قاسمی

(5) مالی تعزیز شریعت اسلامی کی روشنی میں — (گذشتہ سمینار کے مقالات کا مجموعہ) — مرتب: مفتی احمد نادر قاسمی

(6) ہیرے جواہرات کی خرید وفروخت — (گذشتہ سمینار کے مقالات کا مجموعہ) — مرتب: مفتی امتیاز احمد قاسمی

(7) انفارمیشن ٹکنالوجی-احکام ومسائل — (گذشتہ سمینار کے مقالات کا مجموعہ) — مرتب: مولانا صفدر زبیر ندوی

(8) رشوت: احکام ومسائل — مصنف: مولانا صابر حسین ندوی

افتتاحی نشست کے بعد تین دنوں میں چھ نشستیں ہوئیں، پہلی نشست کا موضوع "خواتین کا محرم کے بغیر سفر" تھا، اس کی صدارت حضرت مولانا مفتی عتیق احمد بستوی اور نظامت مفتی جنید عالم قاسمی صاحب نے فرمائی اور اس موضوع پر عرض مسئلہ مولانا ظہیر احمد قاسمی کانپور اور مولانا نور الحق رحمانی نے پیش کیا، اس کے بعد شرکاء سمینار نے موضوع کے ہر پہلو پر بحث ومناقشہ کیا۔ نشست کے اخیر میں صدر مجلس حضرت مولانا عتیق احمد بستوی نے اس مسئلہ کا پس منظر بیان کیا، اور یہ بھی واضح کیا کہ حنفیہ کو لوگ اہل الرائے کہتے ہیں، لیکن اس مسئلہ میں تمسک بالآثار میں احناف کا موقف واضح اور روشن ہے، انہوں نے اس موقع پر مقالہ نگاروں کو یہ بھی نصیحت کی کہ مختلف مسالک پر نقد میں حد ادب کو ملحوظ رکھا جائے اور کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس سے سوء ادب کا شبہ ہو۔

اسی نشست میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فقہ اکیڈمی سے گہری وابستگی رکھنے والے حضرات کی رحلت پر کلمات تعزیت پیش کئے، جن حضرات کا صدمہ اسلامک فقہ اکیڈمی کو گذشتہ سال اٹھانا پڑا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ صاحب۔

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ صاحب۔

(۳) حضرت مولانا عبد الجلیل صاحبؒ۔

(۴) جناب مولانا امین عثمانیؒ۔

اس کے بعد دوسری علمی نشست ہوئی، جس کا موضوع ''سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول'' تھا، اس نشست کی صدارت حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے فرمائی، اور نظامت مولانا ولی اللہ مجید قاسمی نے کی، عرض مسئلہ مولانا امانت علی قاسمی اوڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی نے پیش کیا۔ جناب صدر حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے سد ذریعہ اور فتح ذریعہ پر خطاب فرمایا اور موبائل کے عام ابتلاء اور اس کی وجہ سے درآئی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کے سد باب پر زور دیا، حضرت مولانا مفتی سید محمد صادق محی الدین (سابق مفتی جامعہ نظامیہ) نے بھی اس مجلس کو خطاب کیا اور اکیڈمی کی خدمات اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کاوشوں کو سراہا، اور ان ہی کی دعا پر یہ نشست ختم ہوئی۔

تیسری نشست مغرب کے بعد منعقد ہوئی، جس کا موضوع ''رویت ہلال سے متعلق چند اہم مسائل'' تھا، اس نشست کی صدارت حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب اور نظامت مولانا اختر امام عادل قاسمی صاحب نے فرمائی، اس موضوع پر مفتی انور علی

اعظمی، اور مولانا ظفر عالم ندوی اور مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے عرض مسئلہ پیش کیا۔

اس نشست کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں فلکیات کے ماہرین جناب پروفیسر نجم الحسن صاحب (مانو) سے اور مانچسٹر (برطانیہ) سے مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب نے بھی شرکاء سے خطاب کیا، ان دونوں حضرات نے فلکیاتی علم کی روشنی میں بتایا کہ چاند کی پیدائش کیسے ہوتی ہے، اور اس میں کتنا وقفہ ہونا چاہئے کہ وہ دوربین یا ننگی آنکھوں سے نظر آئے۔ مفتی ثمیر الدین قاسمی صاحب نے علماء پر زور دیا کہ وہ مون نیوی گیشن بھی سیکھیں تا کہ چاند کے مختلف منازل اور مدارج سے نہ صرف واقف ہوں؛ بلکہ جھوٹے گواہوں کی گواہی پر گرفت بھی کرسکیں۔

حضرت مولانا مفتی عتیق صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کچھ اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا: جیسے چاند کا مسئلہ انتظامی ہے اور علماء کے پاس انتظامی اختیارات نہیں لہذا وہ لوگوں کو خبر تو دے سکتے ہیں پابند نہیں کرسکتے، اور دوسری اہم بات یہ فرمائی کہ پڑوسی ملک پاکستان کے وفاق المدارس میں ہیئت پر تین کتابیں پڑھائی جارہی ہیں جب کہ ہندوستان میں مدارس سے علم ہیئت کو بے دخل کردیا گیا ہے، جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ علم ہیئت وغیرہ جس کا اوقات نماز اور دیگر عبادات جیسے روزہ اور حج وغیرہ سے تعلق ہے، کو نصاب میں داخل کیا جائے، اور یہ بھی فرمایا کہ اگر فلکیاتی علم کی رو سے چاند آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہیں اور کوئی چاند کی گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔

صدارتی خطاب میں حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی نے بعض مقالہ نگاروں کے اس استدلال کو غلط قرار دیا کہ جیسے کسی شہر میں دو قاضی ہوسکتے ہیں ویسے ہی کسی شہر میں دو رویت ہلال کمیٹی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، آپ نے فرمایا: دو نہیں زائد قاضی ہوں تب بھی بیک وقت کوئی مسئلہ دو قاضی کی عدالت میں بیک وقت پیش نہیں ہوسکتا جب کہ رویت ہلال کمیٹی کا موضوع ایک ہی ہے، اس کے علاوہ پولیس اور انتظامیہ کا بھی دباؤ ہوتا ہے کہ کسی ایک ہی دن عید منائی جائے کیونکہ وہ دو عیدوں کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے ہیں، اور ایک شہر میں دو تین کمیٹیوں کے ہونے سے انتشار کا قوی اندیشہ ہے۔

25 صفر مطابق 3 اکتوبر کو چوتھی نشست منعقد ہوئی، جس کا موضوع ''باغات میں پھلوں کی خرید وفروخت'' تھا، صدارت حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی نے فرمائی اور نظامت مولانا راشد حسین ندوی کی تھی۔ عرض مسئلہ کی ذمہ داری مولانا خالد حسین نیموی اور مولانا مفتی عبدالرشید کانپوری نے نبھائی۔

حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی نے صدارتی خطاب میں فرمایا: کسی بھی مسئلہ میں جواز اور عدم جواز کی بات تحقیق کے بعد کہی جائے ورنہ بسا اوقات پہلے جواز اور پھر تحقیق کے بعد عدم جواز کے فتوی سے عوام کو الجھن اور تشویش ہوتی ہے، عرفی معاملات میں ائمہ اربعہ کے یہاں سب سے زیادہ توسع حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں ہے، اور ہمارے اکابر دیوبند کا مزاج بھی معاملات میں توسع کا ہے، حضرت گنگوہی کا ارشاد ہے کہ معاملات میں کسی بھی مذہب میں گنجائش ملے تو عوام کو وہ گنجائش فراہم کیا جانا چاہئے اور حضرت تھانوی کے متعدد ایسے فتاوی ہیں جن میں انہوں نے معاملات میں آسانی کی خاطر دوسرے مسلک کے قول پر فتویٰ دیا ہے یا اس پر عمل کی گنجائش دی ہے، ایسے فتاویٰ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

اس کے بعد پانچویں نشست کا انعقاد ہوا، جس کا موضوع'' کورونا سے متعلق چند اہم مسائل'' تھا، صدارت حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی (خازن اسلامک فقہ اکیڈمی) نے فرمائی، اور نظامت مفتی اقبال احمد قاسمی نے کی، عرض مسئلہ کا فریضہ مفتی محمد شاہد علی قاسمی (استاذ المعہد) نے انجام دیا۔

حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: آج حالت یہ ہے کہ عوام کی بڑی تعداد نماز پنجگانہ سے غافل ہے، دین سے اس کا تعلق صرف نماز جمعہ سے قائم اور باقی ہے، اگر ہم نے ان سے کہہ دیا کہ کورونا کی وجہ سے نماز جمعہ تم سے ساقط ہے تو وہ نہ ظہر پڑھیں گے اور نہ نماز جمعہ اور رفتہ رفتہ بالکل ہی دین سے غافل ہو جائیں گے اور یہ صرف مفروضہ نہیں بلکہ حقیقت ہے، جب حضرت تھانوی نے تعزیہ جیسی بدعت کو دین کی بقا اور حفاظت میں موثر ہونے کی صورت میں منانے کی اجازت دی ہے تو پھر جمعہ کا معاملہ تو بدرجہ اولیٰ اہم ہے، اس موقع سے حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی کا قول بھی نقل کیا: جمعہ کی فرضیت دلائل قطعیہ سے اور جمعہ کے شرائط دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں۔

اسی نشست میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: فقہ اکیڈمی کا کام فتوی دینا نہیں، بلکہ مفتیان کرام کیلئے سہولت فراہم کرنا اور آزادانہ غور وفکر کا موقع فراہم کرنا ہے، یہ مقامی علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو حکمت کے ساتھ شرعی حکم سے واقف کرائیں، انہوں نے اس موقع سے رائے بریلی میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی خدمت میں چندروزہ قیام کی بات فرمائی اور کہا کہ ان کے استفسار پر میں نے جواب دیا کہ مجھ کو ماضی قریب کے مفتیان کرام میں سب سے زیادہ مناسبت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے ہے، جس پر انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ ان کے فتاوی میں عصری موافقت ہے، اس پر حضرت علی میاںؒ نے میرے جواب کی تصویب اور تحسین فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب نے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ تعدد رویت ہلال کمیٹی اور تعدد جمعہ کا مسئلہ آج کا نہیں بلکہ بہت قدیم اور ان کی طالب علمی کے زمانہ کا ہی ہے، انہوں نے اس موقع پر مساجد کی تعمیر میں حکومت کی جانب سے پابندیوں کے ضمن میں یہ اہم بات ارشاد فرمائی کہ مسجد کے نام پر اجازت ملنا مشکل ہے، آپ عبادت گاہ کے نام پر اجازت حاصل کیجئے، اس سے آسانی ہوگی۔

اس سمینار کی آخری علمی نشست بعد نماز مغرب ہوئی، جس کا موضوع'' سوشل میڈیا کا استعمال'' تھا، صدارت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی) نے فرمائی اور نظامت کے فرائض مفتی رحمت اللہ ندوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنو) نے انجام دیے اور عرض مسئلہ کا فریضہ ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی نے انجام دیا۔

حضرت مولانا مفتی عتیق احمد بستوی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ جہاں تک تصویر کی حلت وحرمت کی بات ہے تو اس پر فقہ اکیڈمی کے بارہویں سمینار میں جو بستی ضلع، یوپی میں منعقد ہوا تھا، اس پر بحث ہو چکی ہے اور حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا اس پر جامع تبصرہ ہے، اور یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بسا اوقات کچھ چیزیں اصل اور مقصود ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ضمنی، ضمنی امور مین خرابی اور قباحت سے اصل اور مقصود کی قباحت لازم نہیں آتی، جیسے کہ اخبارات اور کتب میں بھی بسا اوقات تصاویر ہوتی ہیں لیکن وہ

ضمنی ہوتی ہیں اور مفسدہ پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ فساد غالب ہے یا مغلوب ہے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے صدارتی خطاب میں فرمایا: سوشل میڈیا کا ابتلاء عام ہے، اور اسی کے ساتھ اس کا فائدہ اور نقصان بھی غیر معمولی ہے، اس سے جہاں ایک جانب دعوت وتبلیغ اسلام اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے، وہیں اس کے ذریعہ بے حیائی اور فحاشی کو بھی نہایت قوت اور عجلت کے ساتھ فروغ دیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعہ ظلم وتعدی کی راہ اپنائی جاسکتی ہے، ظالموں کو اچھا اور مظلوموں کو برا بتایا جاسکتا ہے، جیسا کہ یہودیوں نے میڈیا کے استعمال سے کیا ہے ، دوسری طرف سوشل میڈیا لوگوں کی ضرورت بن گیا ہے، لاک ڈاؤن میں تعلیمی نظام اسی کا مرہون منت رہا ہے، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا حصول اس کی وجہ سے بہت آسان ہوجاتا ہے، ان امور کے علاوہ سوشل میڈیا کا استعمال روپے کمانے ،تفریح کرنے ، ماحول سازی اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے میں بھی نمایاں ہے، سوشل میڈیا کے استعمال پر تجاویز مرتب کرنے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان امور کا گہرا تجزیہ کریں اور مزید فرمایا: سوشل میڈیا پر گمراہ فرقے اور گروہ بھی بہت سرگرم ہیں جو اسلام کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں، ایسے میں ضروری ہے کہ ان گمراہ فرقوں اور گروہوں کا علمی رد کیا جائے اور جہاں یہ گمراہ کن مواد موجود ہے، وہیں اس کی تردید کی جائے، ورنہ سوشل میڈیا پر سرگرم مسلم نوجوانوں کی گمراہی کا قوی اندیشہ ہے، حضرت مولانا کے ان ہی کلمات کے ساتھ یہ نشست ختم ہوئی۔

ان تمام علمی مجلسوں میں بحث ومناقشہ ہونے کے بعد نتیجہ کے طور پر 26 صفر مطابق 4 اکتوبر کو تجاویز کی نشست منعقد ہوئی، جس کی صدارت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے فرمائی، جب کہ نظامت کے فرائض حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی نے ادا کئے ، اس نشست میں ڈاکٹر مولانا عبداللہ جولم (عمرآباد)، مولانا عبدالشکور قاسمی (کیرالہ)، مفتی نذیر احمد کشمیری، اور مفتی سعید الرحمٰن فاروقی (ممبئی) نے اپنے تاثرات کا بھی اظہار کیا، اس کے بعد کمیٹیوں کی جانب سے تیار کی گئی تجاویز کو شرکاء کے سامنے حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب نے پیش کیا اور پھر ہر موضوع پر بحث اور تبادلہ خیال کیا گیا اور پھر اس کے بعد تمام موضوعات سے متعلق متفقہ طور پر تجاویز منظور کی گئیں اور مفتی صادق محی الدین صاحب کی دعا پر سمینار اختتام کو پہنچا۔

☆☆☆